Lesson 6: Nahl (Ayaat 96- 113): Day 22

سُوۡرَۃُ النّحل کی تفسیر

سبق شروع کرنے سے پہلے اس کا خلاصہ دیکھیں۔ پچھلے سبق کو اگر ہم ساتھ ملا لیں تو اس کے آخر پہ دیکھا تھا کہ اللہ تعالی امت مسلمہ کو اخلاق کی بلندیوں پہ دیکھنا چاہتا ہے۔ لیکن عموماً کچھ لوگ دنیا کے فائدے کے لئے ان صلاحیتوں کو اپنے اندر نہیں لانا چاہتے۔ تو آج کے سبق کے شروع میں ہی یہی بات ہے کہ یہ دنیا فانی ہے، اس کے فائدے اور نقصان دونوں ہی ختم ہو جائیں گے۔ اس لئے ختم ہونے والی آخرت کو سامنے رکھو کہ وہاں پہنچنے کے بعد اگر نتیجہ تمہاری توقعات کے خلاف نکلا تو پچھتانے کا فائدہ نہیں ہو گا۔

آج کے سبق کا دوسرا اہم ٹاپک "حیات طیبہ" کیا ہوتی ہے اور کس کو ملتی ہے؟ اور شیطان کی کوششیں اور اسکے مکر کیا ہیں اور کیا اس کے ہتھکنڈے ہیں جو وہ قرآن پڑھنے والے کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ ہمیں یہ اپنی کہانی لگے گی کیا ہم بھی قرآن پڑھ رہے ہیں۔ اور کون لوگ ہیں جن پر شیطان کا زور نہیں چلتا۔ اور اس کے بعد پھر قرآن کے نزول میں تدریج، کچھ آیات کا اترنا، پھر اس کے بعد اس کی جگہ دوسری آیات کا آنا یہ سب تدریجی عمل کا حصہ ہے۔ گویا کہ کچھ اصول شروع میں رکھ دیئے جاتے ہیں اور کچھ بعد میں رکھے جاتے ہیں۔ اسی طرح پھر کفر کا کلمہ ادا کرنا، لیکن دل ایمان پر جما ہو، اس کیفیت کے مختلف درجے ہیں اور پھر آخر میں نعمتوں کی ناشکری نعمت کو ضائع کر دیتی ہے۔ مکہ والوں کے پاس اللہ تعالی نے اپنا نبی بھیجا تھا جب انہوں نے اس کی قدر نہ کی اللہ تعالی نے وہاں سے اس نبی کو نکالا اور پھر اس بستی پہ اس طرح کا قحط آ گیا۔ سبق سنتے وقت محاسبہ بہت ضروری ہے۔

مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ‌ ؕ وَلَنَجۡزِيَنَّ الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡۤا اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۶﴾

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو خدا کے پاس ہے وہ باقی ہے کہ (کبھی ختم نہیں ہو گا)
اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم اُن کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دیں گے ۔

سوچیں ہمارے پاس کیا ہے؟ اس مَا کی ہمارے پاس تو بہت لمبی لسٹ ہو گی۔ لیکن ساتھ ہی بتا دیا کہ وہ ختم ہو جائے گا یَنۡفَدُ اس دنیا میں جو کچھ ہے وہ فانی ہے جبکہ وَمَا عِنۡدَ اللّٰہِ بَاقٍ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔ وہاں جا کر کیا ہو گا وَلَنَجۡزِیَنَّ الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡۤا اَجۡرَہُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ اور وہاں جا کر ہم ان کو ان کا اجر دیں گے ان کے صبر کے بدلے جو وہ کرتے تھے۔ اس ایک آیت میں بہت بڑی بڑی خبریں ہیں۔ پہلی بات کہ جو کچھ دنیا میں ہے تو ہمارے ذہن میں چند چیزیں آ جاتی ہیں، روٹی کپڑا، مکان۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو دنیا میں ہمارے پاس وقت، صحت جذبے بھی ہیں، خوشیاں اور غم ہیں، لیکن سب کچھ فانی ہے۔ گویا کہ فانی دنیا کی ہر نعمت بھی فانی ہے اور فنا ہونے والی ہے، دنیا کا ہر غم بھی فنا ہونے والا۔

اگر ہمیں اس بات کا یقین آ جائے تو ہمارے بندھے ہوئے ہاتھ کھل جائیں، ہمارے وہ فیصلے جو ابھی دل اور دماغ کی کشتی میں لڑ کھڑا رہے ہیں تو وہ عملی جامہ پا جائیں کہ دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب ختم ہو جائے گا۔ خود سے سوال کیجئے کہ میرے پاس کیا کچھ ہے اور یہ کب ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ کی ذات نے کہہ دیا کہ جو کچھ ہے وہ ختم ہو جائے گا، تو پھر مان لو کہ وہ نہیں رہے گا۔ بچے، گھر، گاڑی سب ختم ہو جائے گا۔ شوہر کا رشتہ ٹوٹ جائے گا، بہن بھائی کی محبت ختم ہو جائیں گی اور یہ حقیقت ہے کہ یہ سب کچھ ختم ہو گا۔ حتیٰ کہ اس دنیا کے غم بھی ختم ہو جائیں گے۔ کبھی کوئی تکلیف آئے تو اس بات کو سن کے کتنا سکون ملتا ہے مَا عِنۡدَکُمۡ یَنۡفَدُ زیادہ غم نہ کرو اور تیسرے دن کے بعد صبر آنے لگتا ہے۔

ایسے لگتا ہے کہ جیسے دل پہ صبر کی ایک سل پڑ جاتی ہے۔ اگر آج سے دس سال پہلے بھی جو زخم لگے، چوٹ لگی وہ ویسا ہی نظر آئے تو ہمیں اپنے غم اور تکلیف پر کبھی صبر نہ آئے اور ہم دنیا کا کوئی کام نہ کر سکیں۔ پھر اسی طرح خوشیوں کو سوچیے۔ آج ہمارے پاس جو خوشیاں ہیں ان سب کو ذہن میں لائیں تو یہ خوشیاں بھی ختم ہو جائیں گی۔ کسی کا بچہ پیدا ہوا تو وہاں اس کی خوشی پہ سوچیے مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ حتیٰ کے ختم ہو کر مر جائے گا۔ماں کی کتنی محنت لگی، کتنا خون لگا اور کتنی ماں کی طاقت لگی۔ تو یہ اللہ کی مرضی ہے۔ حقیقت ہے کہ انسان کے ہاتھوں میں اتنی بے برکتی ہے جس چیز کو اس کے ہاتھ لگ جاتے ہیں وہ فانی ہو جاتی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ۔

یہاں ابوذر کی بات بڑی فِٹ ہوتی ہے کہا ابوزر آپ کے گھر کا سامان کدھر ہے، کہا دوسرے گھر بھیج دیا ہے۔ اس لئے کہ ادھر کا مالک یہاں رہنے ہی نہیں دیتا۔ تو جہاں رہنا ہے وہیں جا کے گھر بناؤں گا۔ یہ حقیقت صحابہ کرام کو سمجھ آگئی تھی اس لئے انکے ہاتھ اللہ کو دینے میں کھلتے تھے۔ اپنی ذات پر خرچ کرنے میں دس دفعہ سوچتے تھے کہ اس کا حساب دینا پڑے گا۔ آج ہم اس کے بالکل اُلٹ نظر آتے ہیں۔ اپنی ذات، بچوں کی ذات، خوشیاں، گھر سجانا، اور کہتے ہیں کہ کماتے کس لئے ہیں۔ لیکن جب اللہ کے راستے میں دینے کی بات آئے تو پرس میں پڑا ہوا چینج ڈھونڈتے ہیں۔ جو بے کار چیزیں پڑی ہوتی ہیں اس کو اللہ کے راستے میں دے دیتے ہیں۔ جس کو اس بات پر یقین آگیا، اس کی زندگی میں یقینا تبدیلی آتی ہے اور القران اس یقین کو پختہ کرتا ہے۔

قرآن کے ساتھ جب بھی شعوری سفر نہیں ہوتا انسان کہتا ہے ٹھیک ہے میں نے بھی ہمیشہ رہنا ہے، میرے بچوں نے بھی ہمیشہ رہنا ہے۔ جس گھر میں بچے نہیں ہوتے اس گھر میں سب گھر والوں کی

دعائیں ہوتی ہے کہ اللہ اس کو بچہ دے۔وہ یہ نہیں سوچتے کہ اس کے پیچھے وجہ کیا ہے۔اس کو ستاتا کوئی نہیں ہے اس کو راتوں کو جگانے والا کوئی نہیں ہے لیکن غم کیا ہوتا ہے اس کے بعد کیا ہو گا۔اس کا میاں دوسری شادی نہ کرلے، یہ دونوں مر گئے تو ان کے گھر کا کیا ہو گا، ان کی جائیدادوں کا کیا ہو گا۔ اللہ کہتا ہے مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ دس بیٹے بھی آجائیں گے تو يَنفَدُ اللہ وارث ہے۔

آپ اپنی ہر نعمت لکھیں ایجوکیشن، تعلیم، جاب، بزنس اس آیت کی روشنی میں رکھ کے دیکھیں تو سمجھ آجائے گی۔دنیا میں نعمتیں موجود ہوتی ہیں، ہم اس سے فائدہ نہیں اٹھا پاتے۔کہیں ہمیں وہ چیزیں نظر آرہی ہوتی ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ میں نہیں کر سکتی۔یعنی پڑھے لکھے ہیں جاب نہیں ملتی اور ان پڑھ ان سے زیادہ کما کے، محنت مزدوری کر کے زیادہ لے جاتے ہیں۔لہٰذا ہم سب کو اپنی خواہشات کا قبلہ درست کرنے کی ضرورت ہے۔اس کے بعد جب یقین آنے لگتا ہے تو جو تبدیلی آتی ہے اُس کو یہاں صبر کہا گیا ہے۔اس آیت میں صبر کا لفظ بامعنی لفظ ہے کیونکہ ایک ہی آیت ہے اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ تمہارا سب کچھ تباہ ہو گا، اللہ کا باقی رہے گا وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ اور البتہ ہم ضرور دیں گے صبر کرنے والوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق۔تو پھر یہاں صبر سے کیا مراد ہے؟

یہاں صبر سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہر لالچ اور خواہش اور نفس کے جذبوں کے مقابلے میں حق پر قائم رہتے ہیں۔صبر دین کا خلاصہ ہے۔جو اس دنیا کے فائدوں کو ٹھکرا کر نہ ختم ہونے والی آخرت کو چُن لیتے ہیں۔ایسے لوگوں نقد کے سودے کرتے ہیں۔دنیا میں ہر نعمت تھوڑی دیر کے لئے خوشی دیتی ہے، پھر خوشی بھی ختم۔وہ خوشی جو آپکو ایک سال پہلے کسی زیور کے ملنے پہ ہوئی، کیا آج موجود ہے۔

خوشی بھی گئی غم اور غم بھی چلا گیا۔ جو لوگ نیکی نہیں کر پاتے اس کی بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ صبر نہیں ہوتا۔ ایک اللہ پہ صبر نہیں ہو سکتا ہے جب تک لا الہ الا اللہ کہہ کے دنیا کے سب لوگوں سے اپنے فائدے ختم نہ کرو۔ تو صبر کی پہلی دلیل لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔ مشرک اس لیے اپنے خداؤں کو نہیں چھوڑتے، کہتے ہیں کہ اتنوں سے بیٹا مانگتے ہیں تو پھر بھی بیٹی مل جاتی ہے، تو اے محمد ﷺ آپ کیوں نئی بات کہتے ہیں کہ سب کو چھوڑ کے ایک کو مانو۔ صبر نہیں کر پاتے تھے۔ اگر صبر نہ ہو تو کیا رسول کی اتباع ہو سکتی ہے۔

آج کے دور میں تو دنیا میں اتنی رنگ رنگیلی نیکیاں ہیں کہ شک پڑ جاتا ہے کہیں ہم لوگوں کو بیوقوف تو نہیں بنا رہے۔ ان کو سنجیدگی سے بٹھا کے پڑھاتے ہیں اور بار بار عمل کی باتیں کر کے ان کا خون خشک کرتے رہتے ہیں۔ پتہ نہیں شاید یہی بچ جائیں گے جو اتنی مستی میں نیکیاں کرتے ہیں۔ صبر کریں گے تو نبی کی اتباع ہو گی۔ تو ہر نیکی صبر کی وجہ سے ہوتی ہے اور اللہ کا کرم دیکھیے کہ دنیا میں تھوڑی دیر کے لئے مشکل میں ڈال کر ہمیشہ کی خوشیاں دے دیتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالی کہتے ہیں کہ صبر کرو لیکن ہم کہتے ہیں ہم صبر کریں گے لیکن شرط ایک ہے کہ مشکل نہ آئے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صبر بھی ہمیں بس ایسے ہی آجائے حالانکہ کہ مشکل ہمیں وہ چیز دیتی ہے کہ جس سے صبر کمایا جاسکے۔ کبھی کوئی مشکل آئے تو خوش ہوا کریں، اندر سے مسکرایا کریں کہ کچھ را مٹیریل ہاتھ میں آگیا اور اب اس پر صبر کروں گی۔ شرط ایک ہے کہ اس صبر کے موقع پر اس مشکل کے احاطے پہ Respond کرتی ہوں React کرتی ہوں۔ کچھ لوگ بڑی سے بڑی تکلیف کو بڑے صبر سے پی جاتے ہیں اور کچھ چھوٹی سی بات پہ رس پانڈ دینے کی بجائے ری ایکٹ کرنے لگتے ہیں۔ ان سے صبر نہیں ہوتا۔

حدیث میں آتا ہے مَنۡ مَّبَثَّ لَمۡ یَصۡبِرۡ جو پھیل گیا بَثَّ کہتے ہیں پھیلانے کو۔ تو مَنۡ مَّبَثَّ جو تکلیف آنے پر بکھرے، جب بکھر ہی گیا دوسروں کو دکھ سنا دیا لَمۡ یَصۡبِرۡ اس نے صبر نہیں کیا۔ اس کے لئے طریقہ یہی ہے کہ پہلے سے ذہنی طور پر تیار رہیں۔ جب فارغ بیٹھے ہوں تو بچوں پہ لے کے سوچیں، اگر میرا یہ بچہ فوت ہو جائے تو میں کیا کروں گی۔ اگر مجھے اچانک خبر ملے کہ میرے شوہر کی وفات ہو گئی ہے، تو میں کیا کروں گی۔ جب تک وقت سے پہلے نہیں سوچیں گے اور اس کے لیے پھر ذہنی طور پر پریکٹس نہیں کریں گے صبر نہیں آئے گا۔۔ اگر ہم پہلے سے اس قسم کی پریکٹس کریں تو جب مشکل آتی ہے تو بندہ پی جاتا ہے۔ ہم چونکہ پہلے ذہنی طور پر تیار نہیں ہوتے، ہم اس آیت کو اُلٹ پڑھتے ہیں۔ نعوذباللہ کوئی معنی بدلنے کے لئے نہیں، مسلمان کیسے پڑھتے ہیں؟

مَا عِنۡدَكُمۡ بَاقٍ ۖ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ يَنۡفَدُ کیا قول اور فعل، عمل سے آج ہم مسلمان یہ ثابت نہیں کرتے کہ جو میرے ہاتھ میں ہے وہ باقی ہے اور جو اللہ کو دے دیے وہ ضائع ہو گئے۔ وقت اللہ کو دے دیا، جوانی اللہ کو دے دی، کیریئر دے دیا، پڑھائی چھوڑ دی، جاب چھوڑ دی، شادی دیندار گھر میں ہو گئی، زندگی ضائع ہو گئی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہ کے وہ لفظ جو اللہ کے نبیؐ نے آپ کے سامنے اور آپ نے اُن کے سامنے بولے کہ صدقے کی بکری تھی اور شام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ عائشہ گوشت کا کیا بنا، کہا سارا ختم ہو گیا بس میں نے دستی کا گوشت بچا لیا کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ آپ کو دستی کا گوشت پسند ہے۔ آپ کے الفاظ کیا تھے کہ ساری بکری چلی گئی اور ایک گوشت کا ٹکڑا بچ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں عائشہ ساری بکری بچ گئی وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۖ یہ گوشت کا ٹکڑا ضائع ہو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس کو اس پر یقین آتا ہے تو پھر اس کی سوچیں بدل جاتی ہیں۔ اس کے اکاؤنٹس کچھ اور ہو جاتے ہیں۔ جو لوگوں کا کریڈٹ ہے وہ اس کا بیلنس ہو جاتا ہے۔ اس کے سارے کارڈ اُلٹے ہو جاتے ہیں۔ وہ آگے کے لیے جمع کرواتا ہے اور جو ادھر رکھنا ہے صرف ضرورت کا اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ باقی وہ کہتا ہے جانے دو۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان صبر کرے اور یہ چیز پریکٹس سے آتی ہے۔ صبر بھی صبر سے ہی آتا ہے۔ صبر اچانک انسان کو نہیں آتا۔

پچھلے سبق میں جو ہم نے سات خوبیاں پڑھی ہیں جب وہ سات خوبیاں انسان کے اندر آئیں گی تو پھر اگلی ایکٹیوٹی کچھ مشکل نہیں ہے۔ مشکل آئی تو انشاءاللہ صبر کروں گی، اسی طرح ایک ایک چیز کر کے سوچتے رہیں، کوئی بات نہیں نبیوں کے ساتھ اور صحابہ کے ساتھ بھی ہوا۔ پھر کوئی تکلیف آئے گی تو آپ واویلا نہیں کریں گے۔

اسی طرح دوسری ایکٹیویٹی جو کرنی ہے وہ صبر عن المعصیہ ہے۔ معصیت پر صبر کرنا ہے۔ اس کو غور سے سوچیں کہ میرے بیٹے کی شادی آئے گی، خوشی تو بہت ہے اگرچہ ایک ہی بیٹا ہے لیکن میں نے اس موقع پر اللہ کو ناراض نہیں کرنا۔ میں نے اسراف اور دکھاوا نہیں کرنا۔ میں نے سنتوں کو جگانا ہے اور میں نے کفر کی رسموں کو عام نہیں کرنا۔ پہلے سے سوچیں، پلان بنائیں یہ اچانک نہیں ہو گا اور اگر پہلے پریکٹس نہیں کی ہو گی تو اس وقت پھر کپڑوں سے باہر نکلیں گے۔ پہلے بیٹھ کے سوچیں کہ اچھا اللہ مجھے اپنا گھر دے گا، یہ میرا گھر ہے اس گھر میں کیسے رہوں گی، اس گھر میں کیا کوئی نافرمانی ہو گی۔ بچہ ہونے والا ہو جائے اچھا اس بچے کا کیا کروں گی، اللہ کے راستے میں لگاؤں گی۔ اس طرح اپنے بارے میں یہ سوچا کریں تو دیکھیں گے جب یہ موقعے آئیں گے تو فائدہ ہو گا۔

پھر "صبر عن اطاعت" کوئی نیکی کا موقع آئے گا تو میں سب سے آگے بڑھوں گی۔ پہلے سے سوچ کے بیٹھے ہیں کہ نیکی کا کوئی موقع آئے گا میں سب سے پہلے شامل ہوں گی۔ انشاءاللہ جب وقت آتا ہے تو آپکو فائدہ ہوتا ہے اور جب کوئی مشکل آئے گی تو کسی کو نہیں بتاؤ گی اِنَّمَآ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ جنہوں نے پہلے سے سب کچھ سوچ لیا ہو تو ان کے لئے بعد میں کوئی مشکل نہیں ہوتا۔ اگر پہلے سے کسی سے سب کچھ ڈسکس کرر کھا ہو تو جو مشکلات آتی ہیں وہ ہمیں بہت کچھ دے سکتی ہیں لیکن ہاتھ سے موقع نکل چکا ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالی کہتے ہیں کہ اس درجے کا صبر کرو اور آج اس کتاب سے یہ صبر کرنا ہم نے سیکھنا ہے۔ تو کہا اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ہم اجر دیں گے۔ یہ انداز اس سبق میں دو دفعہ آیا ہے۔ پھر ان کے اجر احسن پہ دوں گا۔

عام طور پر بھی یہی ہوتا ہے دنیا کے رزلٹ جہاں بھی بنتے ہیں، ہمارے وقت میں تو نمبر دیتے تھے۔ آج پوری ویسٹ کو دیکھیں وہ پر سنٹیج دیتے ہیں۔ کسی بھی یونیورسٹی کو دیکھ لیں وہ پر سنٹیج دیتے ہیں۔ اللہ کے ہاں پر سنٹیج نہیں چلے گی۔ اللہ ایسے نہیں کرے گا۔ اللہ سب سے اوپر کو دیکھے گا۔ اگر کسی میں 100 فیصد ہیں تو اللہ تعالی کہتے کہ سب کو سو پہ جانے دو۔ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا نماز کی مثال لے لیں ہم روز پانچ بار نماز پڑھتے ہیں، کیا ہر نماز ایک درجے کی ہوتی ہے۔ فجر کی نماز باقی نمازوں سے کچھ اچھی ہوتی ہے اس کو 70 فیصد نمبر دے لیں، ظہر اس کو بھاگتے بھاگتے پڑھتے ہیں اس کو چالیس پہ لگا لیں، عصر کی نماز کے وقت تھوڑا سا سکون مل جاتا ہے، آرام بھی کر چکے ہوتے ہیں اس کو بھی ستر پہ لکھ لیں، مغرب پھر بچوں کے سونے، کھانے پینے کے جھنجٹ میں بڑی مشکل سے تین فرض پڑھے تو اس کو 55٪ پہ لے آئیں۔ عشاء کی نماز جب سب سوئے ہوئے تھے تو وہ نماز آپ نے بہت پیاری پڑھی تو وہ 90٪

اچھی پڑھ لی۔ اب جب سارے دن کی نمازیں فرشتے لے کے جاتے ہیں تو اللہ فجر، ظہر، عصر، مغرب کو اُس نماز کے درجے پر کر دے گا، جو سب سے اچھی پڑھی تھی۔ بعض دفعہ زندگی میں صرف ایک نماز ہی اچھی پڑھی ہو گی۔ اللہ کی عطا دیکھیے، وہ اتنا کنجوس نہیں ہے۔ اس کا ہاتھ اور اس کا دل بندھا ہوا نہیں ہے۔ وہ اتنا بڑا بادشاہ ہے، کبھی اس کی بادشاہی کو دیکھا تو کریں کہ وہ غیروں کو کتنا دیتا ہے۔ جو غیروں کو دے وہی اصل بادشاہ ہوتا ہے۔ ہم تو اپنوں کو ہی دیتے ہیں وہ محاورہ بھی ہے کہ اندھا بانٹے شرینی، بار بار اپنوں کو ہی، کبھی غیروں کے بچوں کو، کبھی کافروں کی عورتیں کو دیتے ہوئے دیکھیں کہ اللہ تو اتنا بڑا بادشاہ ہے کہ وہ غیروں کو اتنا دیتا ہے جب اپنوں کو دے گا تو کیا دے گا بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۔ آج کے سبق میں لفظ نوٹ کریں يَعۡمَلُوۡنَ عمل صالح۔ آپ تکرار دیکھیں گے اور حیرت انگیز حد تک حیرت ہو گی کہ اس سبق میں اعمال کا کتنا تذکرہ ہے۔ اگر بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ کی جگہ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَشۡتَهُوۡنَ ہوتا اس کی اشتہا تھی جو خواہش رکھتے تھے مَا يَدَّعُوۡنَ جو دعائیں کرتے تھے۔ عموماً ہم سوچتے ہیں کہ جنت دعاؤں سے مل جائے گی یا چاہت سے مل جائے گی اللہ تعالی کہتا ہے کہ جنت عمل سے ملے گی اسی کو شاعر نے کہا تھا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی ۔۔ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے۔

جنت اعمال کی بنیاد پر ملے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر جنت کسی کو عمل پر ملے تو ایک شخص بھی جنت میں نہیں جائے گا۔ فوراً انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ بھی کیونکہ ان کو پتہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان ہیں۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بھی اپنے اعمال پر جنت نہیں ملے گی۔ فرمایا ہاں مجھے بھی اپنے اعمال پر جنت نہیں ملے گی۔ مگر یہ کہ میرا رب مجھے اپنی

رحمت سے ڈھانپ لے۔اب آپ کہیں گے کہ عمل ہی نہ کریں تو چھوٹی سی مثال سے سمجھ لیں۔ چھوٹا سا بچہ آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہے کہ میری ماں بیمار ہے، چلو میں اس کی خدمت میں اس کو کھانا بنا دوں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے گرتی پڑتی چیزیں لا رہا ہے، آپکو اس پر کتنا پیار آئے گا۔اس کو گلے سے لگا لیں گے کہیں گے کہ بچے نے اپنی حیثیت سے کوشش کی۔ جس طرح آپ کو اپنے بچے کی چھوٹی چھوٹی کوشش پہ پیار آئے گا اسی طرح قیامت کے دن اللہ کو ہمارے اوپر چھوٹی چھوٹی کوششوں پر پیار آئے گا۔ کوشش کرتے تو تھے، ارادے بھی کرتے تھے،نیت بھی تھی نمازیں بھی تھیں لیکن کر نہیں پاتے تھے، فرشتو! مجھے ان پر پیار آرہا ہے، ان پہ میری رحمت ہو گی، ان کو جنت دے دو۔ اور اس کے برعکس آپ بچوں سے کہیں کہ شور نہ کرنا میں سونا چاہتی ہوں اور وہ اتنا ہی شور کریں، اتنا ہی چیخیں، روئیں آپ کو ستائیں کہ اٹھو مجھے کھانا بنا دو اور ٹی وی اونچی آواز سے چلائیں تو کیا ان بچوں پہ آپ کو پیار آئے گا۔ یہ ہے بغی فحش، سو۔

ساری بات کا خلاصہ بہت آسان ہے اگر ہم سمجھنا چاہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ زندگی میں مختلف مواقع دیتا ہے اس بات کے کہ تم اپنی زندگیوں کو بہتر کرو۔ ہم اپنے اوپر بھی لے سکتے ہیں کہ قرآن پڑھنے سے پہلے زندگی اور تھی، قرآن پڑھنے کے بعد زندگی اور ہے۔ پہلے بھی نماز پڑھتے تھے لیکن وہ نمازیں ایسی ہی تھیں۔ اب اللہ سبحانہ وتعالیٰ پھر سے توفیق دے رہا ہے کچھ کرنے کی کچھ پڑھنے کی تو امید کریں کہ اگر اس راستے پر جمے رہے تو اللہ کی ذات آپ کی پچھلی ساری نیکیوں کو اَپ گریڈ کر کے موجودہ نیکیوں سے جیسا کر دے گے حدیث میں آتا ہے کہ ایک بندہ ساری زندگی گناہ کے کام کرتا ہے، حتیٰ کے اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک قدم کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اللہ کا لکھا غالب آجاتا ہے، کوئی اللہ

تعالی اس سے اچھا کام کرواتا ہے اور اس کو جنت میں داخلہ دے دیتا ہے۔ اس کا اُلٹ بھی ہے کہ کوئی بندہ ساری زندگی نیکیاں کرتا رہا لیکن اندر نہ جانے دل میں کوئی کھوٹ تھا، اللہ پکڑ لیتا ہے اور آخرت میں انجام برا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالی ہمیں برے انجام سے بچائے۔ اللہ بھی باقی رہنے والا اور آخرت بھی باقی رہنے والی اور انسان بھی فنا ہونے والا، یہ دنیا بھی فنا ہونے والی اور اس کی چیزیں بھی ختم ہونے والی۔ غم آئے تو ڈیپریس نہ ہوں۔ ہر وقت کا دکھی رہنا بھی ایمان کا ضعف ہے۔

مومن کا دل کبھی بھی دکھی نہیں ہو سکتا، اگر آپ کا اللہ پر یقین ہے تو آپ دُکھی ہو ہی نہیں سکتے۔ اور جو ہر وقت خوش رہتے ہیں خوشیوں میں غافل ہو جاتے ہیں وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ بندہ مومن کا دل مغموم ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کی فطرت میں ہی ایک ایسا غم ہوتا ہے، ہنستا مسکراتا ہے لیکن ایک دم سے آخرت یاد آتی ہے تو آنکھوں میں پانی آجاتا ہے۔ تھوڑا سا دنیا میں آگے جانے لگتا ہے، تھوڑی سی دنیا میں جا کے غفلت آنے لگتی ہے تو ایک دم سے دل کھینچتا ہے کہ ہائے میری قبر، جہنم، ہائے جنت ہاتھ سے نہ نکل جائے، وہ پھر پلٹ آتا ہے۔ مغموم رہتا ہے، لیکن دکھی نہیں رہتا۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں صبر کرنے والا بنا دے۔ صبر کا پہلا درجہ "کوئی شکوہ نہیں"، پھر اس کے بعد "اپنے غم کو چھپانا"، یہ دوسرا درجہ ہے۔ نہ اپنے غم کسی کو بتانے ہیں نہ اپنی نیکیاں کسی کو بتانی ہیں۔ پھر اس سے اگلا درجہ کیا ہے کہ تکلیف دہ حالات کو لوگوں کو اچھا کر کے دکھانا ہے۔ نہیں میں تو بہت ٹھیک ہوں، بہت خوش ہوں، مجھے تو کبھی کوئی غم نہیں آیا۔ اس طرح پریکٹس ہوتی جائے گی تو زندگی خوشیوں سے بھرتی جائے گی۔

اب اگلی آیت میں برابری کی بات ہے۔ آج ویسٹ بہت شور مچاتا ہے کہ عورت کو مرد کے برابر

کر دو۔ عورت اور مرد برابر ہیں لیکن نیکیوں کے مقابلے میں، جنت کے معاملے میں۔ پوری جنت میں کوئی ایک جگہ بھی ایسی نہیں جہاں لکھا ہو "صرف مردوں کے لیے" -وہاں عورت اور مرد کا فرق نہیں ہے۔ دنیا میں حقوق اور فرائض کا فرق ہے۔ تو فرمایا؛

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٧﴾

جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔

یہ وہ آیت ہے جسے میں کہہ سکتی ہوں کہ میرے دین کا بچپن ہے۔ یعنی یہ وہ آیت ہے جس نے میرا دل پکڑ لیا تھا۔ ہم سوچتے ہیں کہ دین پہ آنے سے زندگیاں خراب ہوتی ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ دین پہ آنے سے پہلے دنیا بنتی ہے۔ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ایسے انسان کی زندگی میں چاہے کوئی رنگینی نہ بھی ہو، روکھی سوکھی کھائے، لیکن ان کو سکونِ قلب ملتا ہے۔ ان کے دل غنی ہوتے ہیں۔ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ اصل امیری تو دل کی امیری ہے۔ اگر انسان کا دل غنی ہے تو انسان واقع ہی غنی ہے۔ ڈھیروں دولت پا کر بھی اگر دل لالچ کے پھندے میں گرفتار ہے تو ایسا شخص غنی نہیں بلکہ فقیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں نیک انسان کو دنیا میں ہی غنی کر دیا جاتا ہے۔ غنی سے مراد بے نیاز، کچھ لوگ ہر چیز پر مرتے ہیں۔ اور کچھ کو بازار لے بھی جاؤ تو کہیں گے ہمیں کچھ نہیں چاہیئے۔ تو یہ "کچھ نہیں چاہیئے" غناء ہے۔ علامہ اقبال نے مومن کے بارے میں بڑا خوبصورت شعر کہا کہ:

آرزوئیں جسکی کلیم، مقاصد جس کے عظیم

مومن بڑے بڑے مقاصد رکھتا ہے اور اس کی خواہشات بہت کم ہوتی ہیں۔ اسے دنیا میں کچھ نہیں چاہیے ہوتا۔ ایک انسان چھت پر کھڑا ہے تو اسے گرنے کا خدشہ ہو سکتا ہے، لیکن جو زمین پر ہی کھڑا ہے اسے گرنے کا کوئی ڈر نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُؕ ﴿۲۸﴾ رعد آیت 27 میں ہم نے پڑھا کہ آگاہ رہو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔ اسی طرح ہم نے سورہ یونس آیت 62 میں پڑھا اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَۚۖ ﴿۶۲﴾ ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔ بندۂ مومن کی زندگی پاک ہوتی ہے۔ لفظ حَیٰوةً طَیِّبَةً ہے تو یہ پاکی کیسے آئے گی، پاکیزگی لانے کے لئے دل کو پاک کرنا پڑے گا۔

دل پاکیزہ ہو گا تو زندگی بھی پاکیزہ ہو گی۔ اگر آپ کا دل پاک ہو گا تو آپ کا لوگوں کے بارے میں سوچنے کا انداز بدل جائے گا۔ دل میں بدگمانی نہیں آئے گی۔ اپنی زندگی کا مقصد بنائیں کہ میں حیاتِ طیب لینا چاہتی ہوں۔ اللہ اس انسان کو پاک کر دیتا ہے۔ سب سے پہلے دل سے بدگمانیاں نکل جاتی ہیں۔ آپ سب جانتے ہیں کہ اگر دل بدگمان ہو تو دنیا کی کسی بھی جگہ پر سکون نہیں ملتا۔ انسان ہر وقت یہی سوچتا رہے گا کہ سب میرے خلاف ہیں، ساری دنیا میرے خلاف ہے۔

دوسرے نمبر پر حلال کمائی، اللہ تعالیٰ رزق کو پاک کر دیتا ہے۔ جب تک پیٹ میں حلال لقمہ نہیں جائے گا زندگی پاک نہیں ہو سکتی۔ انسان خود پاک نہ کرے اللہ بیماریوں، دکھوں، تکلیفوں کی صورت میں پاک کر لیتا ہے۔ پل صراط پر جا کر اللہ حرام گوشت اور حرام خون کو نکالے گا۔ انسان آنکڑوں میں لٹکیں گے اور وہاں خون نچڑے گا۔ اللہ وہاں پاک کرے گا۔ جب تک کمائی پاک نہیں ہو گی، نہ

سوچ پاک، اور نہ دل پاک اور نہ دل دوسروں سے خوش ہو گا۔ پھر اسی طرح زندگی سے بے کار رسمیں نکل جاتی ہیں۔ اگر اپنی زندگی کو دین پر آنے سے پہلے سوچیں تو ہر وقت یہی فکر رہتی تھی کہ آج سالگرہ پہ جانا ہے، آج مہندی پہ جانا ہے۔ دین پہ آنے کے بعد زندگی ان سب چیزوں سے پاک ہو گئی۔ حَيٰوةً طَيِّبَةً، آپکے سچے جذبے وہاں ہیں جہاں محبت ہو۔ آج یہ بھی رسم بن گئی کہ کسی کے گھر جانا ہے تو ضرور کچھ لے کے جانا ہے۔ یہ اچھی بات ہے لیکن اسے مجبوری نہ بنائیں۔ اگلی چیز کہ زندگی دکھاوے، ریاکاری سے پاک ہو جاتی ہے۔ سب سے بڑی بات کہ دل گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ گانے سُن کے کوئی فیلنگز نہیں آتیں، اُن اداکاروں اور گلوکاروں کے نام سُن کے منہ سے آہ نہیں نکلتی۔ زندگی پاکیزہ ہو گی۔ آج انسانیت پاکیزگی کے لیے بھٹک رہی ہے۔ آج قریبی رشتوں کی نگاہیں پاک نہیں۔ عورت چھُپنے کی بجائے کھلی پھر رہی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے سزا ہے۔ حیاتِ طیب اُسکی ہے جس نے اس زندگی کے مقصد کو سمجھ لیا۔ پاکیزہ زندگی کا مقصد بنائیں۔ مردوں کی نظریں پاک ہوتی ہیں۔ ایک عورت کے لیے اس سے بڑھ کر سکون کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ اُس کا شوہر صرف اُسکو دیکھے۔ یہ سفر لمحہ لمحہ آتا ہے۔

جس طرح کھانا ہمارے جسم کی غذا ہے اسی طرح پاکیزگی ہماری روح کی غذا ہے۔ عَمِلَ صَالِحًا نیکیاں کرتے جائیں، آپکی روح مطمئن ہو گی۔ جس طرح کھانا کھا لینے کے بعد بھوک نہیں رہتی، اسی طرح نیکیاں کر کر کے روح کو اتنا پُر کر دو کہ زندگی میں کوئی مشکل بھی آجائے تو یہی سوچ ہو کہ میرے رب نے میرے لیے کوئی نقصان کا معاملہ نہیں کیا، یقیناً اس تکلیف میں بھی کوئی خیر ہے۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں احسن طریقے پہ چلنے والا بنائے۔ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ دوبارہ وہی

بات آگئی، ہاں البتہ ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کے بہترین بدلے دیں گے۔ یعنی دنیا میں خیر دے دی ہے تو یہ نہیں ہو گا کہ آخرت میں خیر نہیں ہو گی۔ ہاں کہا جارہا ہے کہ نیکیوں کا نقد صلہ تو دنیا میں ہے لیکن اللہ اصل بدلہ کئی گناہ بڑھا کر آخرت میں دے گا۔ صرف ایک شرط ہے کہ کچھ نہ کچھ کیا ہو۔ اللہ کے لیے تڑپے ہوں۔ اگر ہم اپنے بچوں کو اللہ کی محبت اور تڑپ دے دیں تو ہمارے بچے کبھی بور ہونے کی شکایت نہ کریں۔ کبھی یہ نہ کہیں کہ ہماری زندگی میں کچھ کرنے کو نہیں۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ قرآن کی بات کر رہے ہیں۔ کیوں کہ آیت کے آخری حصے میں احسن عمل کرنے کی جو رغبت ملتی ہے وہ قرآن پڑھنے کے بعد ملتی ہے۔ سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں یہ آیت کوٹ کروائی جاتی ہے۔

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٩٨﴾

پھر جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان رجیم سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو۔

یہ وہ آیت ہے کہ جس کی روشنی میں جب بھی قرآنِ پاک کی تلاوت کریں تو پہلے آعوذُ باللہ پڑھیں۔ یہاں ایک سوال ہو سکتا ہے کہ ہم کون سا بُرا کام کرنے لگیں ہیں کہ شیطان سے پناہ مانگ لیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان کو سب سے زیادہ وہ لوگ بُرے لگتے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں۔ شیطان کو نماز پڑھنے والے، حج، عمرے پہ جانے والے لوگ اتنے بُرے نہیں لگتے کیوں کہ اُسے بھی پتا ہے کہ انہوں نے یہ سب کر کے پھر وہی کام کرنے ہیں، اُسے سب سے بُرے وہ لوگ لگتے ہیں جو قرآن سے جُڑ جاتے ہیں۔ قرآن بندے کی زندگیوں میں تبدیلیاں لاتا ہے۔ اسی لیے آج مسجدوں کی نہیں

مدرسوں کی ضرورت ہے۔ مسجدوں میں لوگ نماز پڑھ کے بھی جھگڑتے ہوئے باہر نکلتے ہیں لیکن قرآن پڑھنے والے جھگڑ کے بھی ایک چھت کے نیچے آجاتے ہیں۔ اس لیے کہا کہ شیطان تمہیں تیوریاں ڈالے تو اللہ کی پناہ میں آؤ۔

اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اُسے اُن لوگوں پر تسلط حاصل نہیں ہوتا جو ایمان لاتے اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔

شیطان سب سے زیادہ اخلاص سے ڈرتا ہے۔ اُس نے خود کہا تھا کہ اللہ میرا زور تیرے مخلص بندوں پہ نہیں چلے گا۔ یہاں اسکا ایک نیا رنگ دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ شیطان سے پناہ میں آؤ اور فکر نہ کرو ایمان والوں اور توکل کرنے والوں پر شیطان کا غلبہ نہیں آتا۔ اگلی آیت میں بتادیا کہ کن پر شیطان کا غلبہ آتا ہے۔

اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ اس کا زور تو انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو اپنا سرپرست بناتے اور اس کے بہکانے سے شرک کرتے ہیں ۔

فائرپروف جیکٹ کی طرح ایمان لانے اور اللہ پر توکل کرنے کے کی صفت شیطان کے اثر کو ختم کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس شیطان کی آگ اُن کو پکڑتی ہے جو شیطان سے دوستی کرتے ہیں۔ اور دوستی بات مانے بغیر نہیں ہوتی اور دوسرا اُسکو اللہ کا شریک بنانا۔ یعنی اللہ کا حکم چھوڑ کر شیطان کی باتوں میں آنا۔ اس آیت میں سیکھنے کے لیے بہت کچھ ہے۔ ہم شیطان کو اپنا سمجھتے ہیں لیکن وہ ہمارا دشمن ہے۔ دوسری بات کہ شیطان جیسے خود جنت سے نکلا وہ انسان کو بھی جنت سے نکالنا چاہتا ہے۔ ہم قرآن

پڑھتے ہوئے اس لیے شیطان سے بچنے کی خواہش رکھیں کیوں کہ جب بندہ قرآن پڑھنے لگتا ہے تو شیطان بے چین ہونے لگتا ہے۔اُسے لگتا ہے کہ بس اب یہ بندہ میرے ہاتھ سے گیا۔میں نے اتنے سال اس کو بہکایا، یہ میری بندی تھی۔ یہ اسکو اب کیا ہو گیا۔ شیطان سب سے پہلے دل میں وسوسے ڈالتا ہے، کہ یہ بہت مشکل ہے،یعنی آنے ہی نہیں دیتا۔ اسکا پہلا سٹیپ ہی یہ ہوتا ہے کہ قرآن کی طرف آنے ہی نہیں دیتا۔ جیسے آج اُمت کی کثرت کو روکا ہوا ہے۔ کہ یہ پڑھنے کی چیز نہیں ہے بلکہ یہ چومنے کی چیز ہے، اسکے تعویز بناو، اور اسی طرح کی کچھ اور باتیں۔ اسکی اہمیت کو کم کر دیتا ہے کہ یہ علماء کی کتاب ہے، اسے عام لوگ نہیں پڑھ سکتے۔ عورتیں تو خاص طور پر نہیں پڑھ سکتیں۔

جب انسان کسی طرح جان چھڑا کر قرآن کی طرف آنے لگتا ہے، اور یہ بہت بڑا جہاد ہے۔ کیوں کہ یہ جہاد بن النفس ہے تو شیطان سُستی ڈالتا ہے۔ بندہ کسی طرح اس طاغوت سے جان چھُڑاتا ہے تو بوریت کروانے لگتا ہے۔ پھر نیند آجاتی ہے، سوچ اِدھر سے اُدھر چلی جاتی ہے۔ جب اللہ اللہ کر کے آپ خود کو جماتے ہیں تو اس کا دوسرا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جس کو تو اللہ چُن لیتا ہے شیطان اُس بندے کو چھوڑ دیتا ہے۔ شیطان کے دوسرے مرحلے میں گھر والے آجاتے ہیں۔ آئے دن اعتراض، یہ تم کدھر چل دی۔ یہ گھر کا، بچوں کا حال دیکھو۔ اور اگر مرد قرآن کے ساتھ جُڑ جائیں تو کہتے ہیں اس نے کیا کھلانا ہے، یہ تو نِرا مولوی ہے، یہ وسوسے ڈالتا ہے۔

جب ان سب سے جان چھٹتی ہے تو تیسرا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے، جسکا تعلق آپکے گھر والوں سے ہے۔ پھر لوگوں سے آپکے گھر والوں کے دل میں وسوسے ڈلواتا ہے۔ پھر اسکے بعد یہ حکومتوں تک پہنچ جاتا ہے کہ قرآن پڑھنے والے دہشت گرد ہیں، یہ ایسے ہیں، ویسے ہیں۔ چند لوگوں کو قرآن

پڑھنے والوں کا دشمن کر دیتا ہے۔ آج بھی دنیا میں ہزاروں عالم ہیں، جو دین کا کام کر رہے ہیں۔ کبھی کسی کے بارے میں کوئی بات نہیں ہو گی لیکن جہاں چار لوگوں کو اچھی بات کرتے ہوئے دیکھے تو اُن کی پیچھے کبھی سی، آئی، ڈی اور کبھی اُن کی چیکنگ، اور کبھی کچھ کرواتا ہے۔ ایسے راہ جاتے وار کرتا ہے۔ یہ اتنا ظالم دشمن ہے، تو کیا ہم اس کے قبضے میں آسکتے ہیں۔ نہیں آسکتے اگر دو خوبیاں ہیں، اٰمَنُوْا اور یَتَوَكَّلُوْنَ۔ آپکو جتنا اپنے رب پر یقین ہو گا کہ وہ آپ کی مدد کرے گا، اُتنی اللہ کی مدد آئے گی۔

ایک واقعہ آتا ہے کہ شیطان غالباً حضرت عیسیٰؑ کے پاس آیا اور کہا کہ تم تو بڑا کہتے ہو کہ تمہارا رب تمہاری سُنتا ہے تو اس آگ میں کو دو اور دیکھو کہ اللہ تمہاری مدد کرتا ہے کہ نہیں تو اُنہوں نے کہا کہ بھائی، اللہ نے ہمیں امتحان کے لیے پیدا کیا ہے نہ کہ اس لیے کہ ہم اللہ کا امتحان لیں۔ ہم نے ایک امام کا معروف واقعہ سُنا ہے کہ اُن کے پاس شیطان آیا اور کہا کہ تم نے اتنی عبادت کر لی ہے اب تجھے نمازوں کی ضرورت نہیں۔ تو اُنہوں نے سوچا کہ نبیؐ کو تو آخری وقت تک نماز نہ پڑھنے کی اجازت نہیں ملی تو مجھے کیسے معاف ہو گئیں۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ شیطان ہے۔ کہا بھاگ جا تو شیطان ہے۔ شیطان کہنے لگا "تیرے علم نے تجھے بچا لیا"۔ اُنہوں نے کہا کہ اب یہ تیرا دوسرا حملہ ہے، مجھے میرے علم نے نہیں بلکہ میرے اللہ نے بچا لیا۔

شیطان انسان کو بسترِ مرگ تک نہیں چھوڑتا۔ اُدھر بھی کہتا ہے کہ یہ پانی کا پیالہ پی لو اور مجھے سجدہ کر لو، میں تمہیں بچا لوں گا۔ دنیا سے جانے تک ہماری جان نہیں چھوڑتا، اتنا ظالم ہے اور اللہ نے اسے جو کام دیا ہے وہ 'احسن' طریقے سے کرتا ہے۔ یعنی بھٹکانے والوں کو بہترین طریقے سے بھٹکاتا ہے۔ ہم تو قرآن اتنے احسن طریقے سے نہیں پھیلاتے، لیکن یہ اپنا کام کر رہا ہے۔ شیطان صرف پڑھنے والوں

پر نہیں آتا، پڑھانے والوں پر بھی اس طریقے سے آتا ہے کہ اُن حملوں سے آپ بچے ہوئے ہیں۔ آپ دین میں جتنا آگے بڑھیں گے شیطان کو زہر لگیں گے۔ اگر اماموں اور اسلامی لیڈرز کی زندگی پڑھیں تو سمجھ آتی ہے کہ اس نے اُنکی زندگیوں میں کیا کیا۔ اسکے اندر عزم ہوتا ہے۔ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اپنے اندر عظیمت لاؤ۔